OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
SZIC
الثقافة الإسلامية
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

نظامِ قضاء میں شریعہ اور بین الاقوامی قانون میں فیصلے کی بنیاد کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of the Basis of Decision in Sharia and International Law

Dr. Ayesha Jadoon
Lecturer, Department of Islamic Studies,
National University of Modern Languages Islamabad
a_jadoon82@yahoo.com

Dr. Oumar Saleem
Assistant Professor, school of Management Sciences, GIK, Topi
oumarsaleem@yahoo.com

Abstract:

The basis of the decisions of the judge in Shariah is the Holy Quran. After it, decision should be made on the basis of the hadiths of the Prophet (PBUH), if Qazi/judge is unable to find the decision in both these primary sources, than he would consult the consensus of the companions. If there is a difference of opinions among the Companions on any issue, then the judge/Qazi, having a clear view on the concerned issue, should consider these statements carefully and decide on the basis of the statement which is closer to the truth. If he himself does not have this ability, then he should get a fatwa from a learned person and decide the case. Since there is no central government in the world, nor world has congress or parliament to make international law like the legislature at the national level which makes laws for the country. In this case, it is difficult to say what international law is. However, in various sources, state treaties are primarily considered the authoritative source in international law. In addition, as stated in the law of the International Court of Justice, the principles of international law are found in various forms, such as those found in the customary laws of states, as well as the general

principles of law found in most countries. In all these cases, the principles of international law are found. This article presents a comparative study of the basis of decision in Sharia and International law.

Key words: decision, shariah, International, Law, Judge

تعارف:

شریعت میں قاضی کے فیصلوں کی بنیاد اولا کتاب اللہ ہے۔ اگر اس میں سے کسی فیصلہ تک نہ پہنچا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے حدیث سے اس فیصلہ کی بابت تفصیلات نہ ملیں تو صحابہ کرام کے اجماع کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے ۔ اگر کسی مسئلہ میں صحابہ میں اختلاف رائے ملے تو اگر قاضی صاحب نظر و فکر ہو تو ان اقوال پر خوب غور و تدبر کر کے جو قول حق کے زیادہ قریب معلوم ہو اس کی بنیاد پر فیصلہ کر دے۔ اور اگر خود یہ اہلیت نہیں رکھتا تو کسی صاحب علم سے فتویٰ حاصل کر کے اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے۔ اگر صحابی کا کوئی قول اس مسئلہ میں نہ ملے لیکن تابعین کا متفق علیہ قول مل جائے تو اس کی بنیاد پر فیصلہ کر دے۔ اگر تابعین کے اقوال میں اختلاف ہو تو صاحب فکر و نظر اس میں سے کسی قول کو ترجیح دے کر اس کی بنیاد پر فیصلہ کر دے۔ ورنہ کسی صاحب علم سے فتویٰ لیکر فیصلہ کر دے۔

چونکہ دنیا میں کوئی عالمی حکومت تو موجود نہیں ہے اس لیے بین الاقوامی قانون بنانے کے لئے کوئی عالمی کانگرس یا پارلیمنٹ بھی نہیں ہے جیسے قومی سطح پر مقننہ ہوتی ہے جو ملک کے لئے قوانین بناتی ہے۔ اس صورت میں یہ ایک مشکل امر ہے کہ بین الاقوامی قانون کس کو کہا جائے۔ تاہم، مختلف ذرائع میں، بنیادی طور پر ریاستی معاہدوں کو بین الاقوامی قانون میں مستند ذریعہ سمجھا جاتا ہے. معاہدے سب سے مضبوط اور پائیدار تصور ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان ممالک کے درمیان اتفاقِ رائے کی نمائندگی کرتے ہیں جو ان پر دستخط کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں، جیسا کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے قانون میں بیان کیا گیا ہے، بین الاقوامی قانون کے اصول مختلف صورتوں میں پائے جاتے ہیں جیسے ریاستوں کے معمول بہ امور میں موجود ہوتے ہے اسی طرح قانون کے عمومی اصول جو اکثر ممالک میں پائے جاتے ہیں اور ملکی عدالتی فیصلے وغیرہ ان تمام مذکورہ صورتوں میں بین الاقوامی قانون کے اصول پائے جاتے ہیں۔ مقالہ ہذا میں نظام قضاء میں شریعہ اور بین الاقوامی قانون میں فیصلے کی بنیاد کا تقابلی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

نظام قضاء سے مراد وہ نظام ہے جسکے ذریعے انسانوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے موافق کیا جائے۔[1] شرعاً قضاء کو قائم کرنا فرض کفایہ ہے۔[2] اور اس کی فرضیت پر اجماع امت ہے۔[3] منزل من اللہ قانون کے ذریعے فیصلہ انبیاء علماء کا شعار ہے ارشاد ربانی ہے "إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُواْ مِن كِتَابِ اللّهِ وَكَانُواْ عَلَيْهِ شُهَدَاء فَلاَ تَخْشَوُاْ النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلاً وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ"[4]۔ "بیشک ہم نے تورات کو اتارا جس میں ہدایت اور نور ہے جس کے مطابق انبیاء جو اللہ کے حکم بردار تھے حکم کرتے تھے یہود کو اور اہل اللہ کو اور علماء کو بوجہ اس کے وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس پر گواہ تھے سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے پس یہی لوگ انکار کرنے والے ہیں۔" اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو منزل من اللہ قانون کے مطابق فیصلوں کا حکم دیا گیا۔ جیسے ارشاد ربانی ہے، "إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّهُ"[5] "اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے حق کے ساتھ وہ سابقہ کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے، اور اس کے مضامین پر نگہبان ہے، لہٰذا آپ ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں اس چیز کو چھوڑ کر جو حق ہے"۔

نظام قضاء اور آخرت کی جواب دہی

اسلامی نظام قضاء جن امتیازی اوصاف پر مشتمل ہے ان میں ایک بنیادی وصف یہ ہے کہ اس نظام کی بنیاد خوف خدا اور آخرت کی جواب دہی پر ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق ہر شخص کو اپنے ہر عمل کا آخرت میں جواب دینا ہو گا۔ خواہ وہ عمل صالح ہو یا عمل شر۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ"[6]

"پس جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کو پالے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو پالے گا"

اسی طرح اسلام میں قضا کا تصور، مغربی نظام عدل سے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ اس قدر بڑی ذمہ داری ہے کہ اس کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا، قضاء کے عہدے کا طلب کرنا اور اس کے لیے کوشش کرنا درست نہیں ہے۔[7] ایک روایت میں مذکور ہے" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم مَنْ سَأَلَ الْقَضَاءَ وُكِلَ إِلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أُجْبِرَ عَلَيْهِ يَنْزِلُ اللَّهُ عَلَيْهِ مَلَكًا فَيُسَدِّدُهُ"[8]

'حضرت انس بن مالک سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص منصب قضاء کا طلبگار ہو گا تو عہدے کی ذمہ داری اس کی ذات پر پڑے گی۔ اور جسے اس کی خواہش کے بغیر دیا گیا تو ایک فرشتہ اس کے لیے اترے گا جو اس کی تسدید کرے گا۔" ایک اور روایت میں آتا ہے

"عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ لاَ تَسْأَلِ الإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهِ"

"آپ ﷺ نے عبد الرحمٰن بن سمرہ سے فرمایا "امارت کو طلب نہ کرو کیونکہ اگر تمہاری خواہش پر تمہیں یہ منصب مل گیا تو تم تائید الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے اور اگر بغیر طلب کے تم کو مل گیا تو اللہ کی جانب سے تمہاری مدد ہو گی"۔[9] لیکن اس مسئلہ میں یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ عام اصول کے مطابق منصب قضاء طلب کرنا درست نہیں ہے لیکن اگر احوال متغیر ہوں یا نیت و مقصد میں اخلاص ہو تو پھر حکم بدل جاتا ہے۔ جیسے اگر کسی کو معلوم ہے کہ اس کے سوا کوئی قضاء کے امور کو درست طریقہ سے سر انجام نہ دے سکے گا تو اس کے لیے واجب ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کے پیش نظر اور ظالموں کے ظلم کو دور کرنے کے لیے اس کے لیے واجب ہے کہ وہ عہدہ قضاء طلب کرے۔[10] اور اگر ایسا شخص ہے جو اس منصب کے لیے اہل ہے اور معاشی طور پر خود کفیل نہ ہو تو اس کے لیے بھی جائز ہے کہ یہ منصب طلب کرے۔[11] اور اس صورت میں طلب منصب قضاء مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص صاحب علم ہو لیکن عوام و خواص اس کی صلاحیتوں سے واقف نہ ہوں تو یہ عوام کی اپنی صلاحیتوں سے مستفید کرنے کے لیے یہ منصب طلب کرے تو مستحب ہے۔ اگر حب جاہ یا انتقام کے لیے ایسا کرے تو حرام ہے۔ اور اگر ایسا شخص جو ہے تو غنی، لیکن وہ کسب معاش کے لیے یہ منصب طلب کرے تو مکروہ ہو گا۔[12] دوسری جانب ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں اس منصب کی فضلیت بیان کی گئی ہے جیسے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے:

" عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ لاَ حَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهْوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.(13)

'حضرت ابن مسعود سے مروی ہے اگر حسد درست ہوتا تو ان دو شخصوں میں ہوتا، ایک وہ جسے اللہ نے دولت دی اور اس کو قدرت دی کہ وہ اسے حق کے راستے میں خرچ کرے۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت سے نوازا وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا اور اسکی تعلیم دیتا ہے'۔

شریعہ میں انصاف کی بنیاد پر علم و حکمت کو استعمال کرتے ہوئے فیصلہ کرنا ایک عبادت ہے۔ جہاں اس کی فضیلت وارد ہوئی وہیں وہ احادیث بھی موجود ہیں جن میں اس منصب کی نزاکت کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے،

- "عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ « مَنْ وَلِىَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ"

" "حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے "جو شخص قاضی بنایا گیا تحقیق وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا"' (14)

جن احادیث میں فضیلت و ترغیب ہے ان کو اس صورت پر محمول کریں گے جب اہل علم لوگ اس منصب پر فائز ہوں۔ اور اس منصب کے حق کو پورا کریں اور فیصلوں کو اللہ کے احکامات کی روشنی میں نافذ کریں اور جن روایات میں اس پر وعید ہے وہ اس صورت پر محمول ہوں گی کہ اگر نااہل لوگ لالچ و طمع اور حب جاہ کے لیے اس منصب کو حاصل کریں۔ گویا ممانعت ناانصافی اور ظلم کے اندیشے کی وجہ سے ہے نہ کہ عمل قضاء کی وجہ سے۔ اور جو شخص اپنی ساری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی کمی نہ کرے تو اس کے لیے ہر صورت میں اجر ہے۔ اس حوالے سے آپ کا ارشاد مروی ہے

" عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ اذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ"(15)

'حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں انہوں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا جب حاکم حق تک پہنچنے کی پوری کوشش کرے اور حقیقت تک رسائی ہو جائے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے اور اگر اس سے غلطی ہو جائے تو ایک اجر کا مستحق ہے'۔

جہاں تک اس ارشاد کا تعلق ہے کہ 'منصب قضاء پر فائز کیا گیا بغیر چھری ذبح کر دیا گیا'۔ اس میں اس عظیم منصب کی نزاکتوں اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنا مقصود ہے۔ جو شخص بھی اس منصب پر فائز ہو گا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام تر ذاتی رجحانات سے بالاتر ہو کر اللہ رب العزت کے حکم کو پورا کرے اس میں عزیز و اقارب اور دوست ناراض بھی ہوں گے، عناد و کینہ کو با تکلف روکنا ہو گا۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو در حقیقت مجاہدہ پر مبنی ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ حدیث شرف قضاء یعنی قضاء کی فضیلت پر دال ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے لیے شہداء کا سا درجہ ہے۔

اسلامی نظام قضا کے عمومی اصول

وہ اصول جو اسلامی نظام قضا میں امتیازی حیثیت کے حامل ہیں ذیل میں ان پر روشنی ڈالی جائے گی۔

1۔ حکم الٰہی

اسلامی نظام قضاء کی بنیاد و منبع حکم الٰہی ہے۔ اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تب بھی یہ قانون رہے گا اور جو انکار کرے گا وہ نافرمان ٹھہرے گا۔ اسلام میں قانون سازی اور حاکمیت اعلیٰ کا واضح تصور موجود ہے ارشاد باری تعالی ہے،

"وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[16] اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔ اسی طرح حاکمیت اعلی کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے" أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ"[17] "آگاہ رہو اسی کے لیے پیدا کرنا اور حکم دینا ہے" دوسری جگہ ارشاد ہے "إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ[18] "فیصلہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے" اسی طرح فرمایا "يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ"[19] "وہ کہتے ہیں کیا ہمارے پاس فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار ہے بھلا" اور حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے کو کافر کہا گیا۔ "وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ" [20] اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔"

جبکہ مغربی نظام قانون میں سر جان سالمنڈ [21] کے اصول قانون کے مطابق اگر قانون کسی حکومت نے تشکیل دیا یا کسی خاندان کے بڑے نے یا بادشاہ نے یا کسی عدالت نے اس پر عمل کیا تب تو وہ قانون ہے لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی چیز نہ ہو تو اس کی قانونی حیثیت ختم ہو جائے گی [22]۔

2۔ انسانی فلاح وہدایت

اسلامی قانون کا مقصد انسان کی ہدایت ہے۔ اس لیے اسلامی قانون صرف دیوانی یا فوجداری دفعات پر مشتمل نہیں بلکہ طہارت، عبادت اور تزکیہ نفس، تربیت اور معاملات وغیرہ کی بابت بھی اسلام میں تفصیلی احکامات موجود ہیں۔ جبکہ مغربی قانون اس لیے وجود میں آیا کہ لوگوں کو ایک دوسرے پر دست درازی سے روکا جاسکے۔ گویا اگر خرابی پیدا نہ ہو تو قانون کی ضرورت ہی نہیں

3۔ مساوات:

اسلامی قانون کی نگاہ میں امیر وغریب، بادشاہ ورعایا، مرد وعورت سب برابر ہیں۔ جبکہ مغربی قانون اس بات کا قائل ہے کہ بادشاہ سے غلطی نہیں ہوسکتی اور عدالت وزیر اعظم پر مقدمہ نہیں چلاسکتی۔

4۔ ارتکاب جرائم پر سزا کا اصول

اسلامی نظام عدل میں جرم کے ثبوت کے بعد مجرم کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں ہے۔ جبکہ مغربی نظام اور پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 45 کے مطابق عدالت میں صدر مجرم کی سزا تخفیف کے ساتھ ساتھ اسکی سزا کو معاف بھی کرسکتا ہے۔ اسلام کے نظام عدل میں سزاؤں کا فلسفہ یہ ہے کہ اس سے معاشرہ امن کی راہ پر چلتا ہے۔ اور دیگر افراد کو اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے لوگ ان جرائم کے ارتکاب پر جری نہیں ہوتے۔[23]

5۔ شہادت عدل

اسلامی نظام عدل میں شہادت کا اعلیٰ معیار رکھا گیا ہے۔ ارشار باری تعالی ہے۔

"وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ"[24]

'اور آپس میں سے دوعادل آدمیوں کو گواہ مقرر کرو اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو'

اس سلسلہ میں "تزکیۃ الشہود" کے التزام کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔ اور جھوٹی گواہی کی بابت وعید بھی وارد ہوئی ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم : أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ أَلاَ وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَلاَ وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ : لاَ يَسْكُتُ."(25)

"حضرت عبد الرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا یا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا ضرور بتلائیں آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھرانا، والدین کی نافرمانی، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا آگاہ رہو جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی آگاہ رہو جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی برابر آپ اس بات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا آپ خاموش نہیں ہوں گے"

مغربی نظام عدل میں شہادت کے لیے گواہ سے پہلے حلف لیا جاتا ہے کہ وہ سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہے گا اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ گواہ نے کذب بیانی کی ہے تو اس کو پانچ سال تک قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔

6۔ مفت انصاف کا حصول

اسلامی نظام عدل کی خصوصیت یہ ہے کہ قضاء کو ایک فریضہ کی صورت میں سرانجام دیا جائے۔ حکومت کا فرض ہے کہ لوگوں سے اس کے عوض پیسے وصول نہ کرے کیونکہ حقدار تک حق پہنچانا اور ظالم کو ظلم سے روکنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جبکہ پاکستان میں کورٹ فیس کے علاوہ اس قدر پیچیدہ طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مقدمہ تاخیر کا شکار ہو جاتا ہے۔

7۔ غیر متبدل قانون

اسلامی نظام کے بنیادی تصورات غیر متبدل ہیں اور اسلامی نظام عدل جن اساسیات پر قائم ہے وہ معاشرتی ارتقاء یا وقت گزرنے کے ساتھ تبدیل نہیں ہوسکتیں۔ مغربی قانون میں معاشرہ کی تبدیلی و تغیرات سے قانون بھی بدل جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی قانون معاشرے کی تبدیلی سے مبرا ہے۔ اور یہ قانون معاشرے کے تابع نہیں بلکہ معاشرہ اس قانون کے تابع ہے۔ لیکن اس سے یہ اخذ کرنا کہ یہ قانون جامد ہے اور بدلتے حالات کا ساتھ دینے کی صلاحیت سے عاری ہے درست نہیں۔

8۔ قوت الزام

اسلامی نظام عدل کی رو سے قاضی جو فیصلہ دیتا ہے وہ قوت نافذہ رکھتا ہے۔ فیصلہ کے الزام کی دو صورتیں بنتی ہیں:

الزام حسی

الزام معنوی

"الزام حسی" سے مراد یہ ہے کہ مادی طور پر کسی شخص کو فیصلہ پر پابند ہونے پر مجبور کیا جائے جیسے ولایت عامہ کی صورت میں کسی کو جیل میں ڈالنا قصاص وغیرہ لینا۔ "الزام معنوی" کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے حکم کی وجہ سے کوئی چیز لازم قرار پا جائے۔ جیسے، ایک شخص نے کسی کو قتل کیا تو قاضی کے نزدیک جب قتل کرنا ثابت ہو گیا اور اس نے قصاص کا فیصلہ کیا تو شریعت قاتل کو "واجب القتل" تسلیم کرے گی۔ اور قاضی کے فیصلے میں جو الزام و اطلاق پایا جاتا ہے وہ الزام معنوی" ہے۔[(26)] قضاء کے سلسلہ میں ہر آنے والا خلیفہ اپنے سے پہلے خلفاء کے فیصلوں کو نظائر یعنی precedent کے طور پر فیصلوں کا ماخذ بناتا تھا۔ البتہ نئے پیش آمدہ مسائل میں قاضی کو اجتہاد کے ذریعہ جسکی بنیاد قرآن و سنت پر ہو فیصلہ کرنے کا اختیار تھا۔

بین الاقوامی قانون میں فیصلہ کی بنیاد

مغربی نظام قانون کا تصور

چونکہ دنیا میں کوئی عالمی حکومت تو موجود نہیں ہے اس لیے بین الاقوامی قانون بنانے کے لئے کوئی عالمی کانگرس یا پارلیمنٹ بھی نہیں ہے جیسے قومی سطح پر مقننہ ہوتی ہے جو ملک کے لئے قوانین بناتی ہے۔ اس صورت میں یہ ایک مشکل امر ہے کہ بین الاقوامی قانون کس کو کہا جائے۔ تاہم، مختلف ذرائع میں، بنیادی طور پر ریاستی معاہدوں کو بین الاقوامی قانون میں مستند ذریعہ سمجھا جاتا ہے. معاہدے سب سے مضبوط اور پائیدار تصور ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان ممالک کے درمیان اتفاقِ رائے کی نمائندگی کرتے ہیں جو ان پر دستخط کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں، جیسا کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے قانون میں بیان کیا گیا ہے ، بین الاقوامی قانون کے اصول مختلف صورتوں میں پائے جاتے ہیں جیسے ریاستوں کے معمول بہ امور میں موجود ہوتے ہے اسی

طرح قانون کے عمومی اصول جو اکثر ممالک میں پائے جاتے ہیں اور ملکی عدالتی فیصلے وغیرہ ان تمام مذکورہ صورتوں میں بین الاقوامی قانون کے اصول پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں بین الاقوامی قانون کے مصادر پر روشنی ڈالی جائے گی۔

ریاستی معائدے:

معاہدے ممالک کے مابین عہد وپیمان کی طرح ہوتے ہیں جن کو تحریری طور پر حتمی شکل دی جاتی ہے، اور ان پر دستخط کیے جاتے ہیں۔ ریاستیں کسی معاہدے کی تشریح یا نفاذ پر بحث تو کر سکتی ہیں لیکن معاہدے کی تحریری دفعات لازم ہوتی ہیں۔ معاہدے کسی بھی قسم کے شعبوں میں کیے جاسکتے ہیں، جیسے کہ شمالی امریکہ کے مفت تجارتی معاہدے، یا ایٹمی ہتھیاروں کے کنٹرول کی بابت، ایٹمی عدم پھیلاؤ کا معاہدہ، تجارتی تعلقات کے حوالے سے معائدات۔ 1949 کے چار جنیوا کنونشن بھی تحریری معائدات ہیں جن میں ریاستوں نے باضابطہ طور پر بعض قوانین بنائے ہیں۔ معاہدے صرف ان ریاستوں کو پابند کرتے ہیں جنہوں نے عام طور پر توثیق کے ذریعے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہو۔ یہ ریاستی معائدات دو ممالک کے درمیان یا کثیر ممالک کے درمیان ہوسکتے ہیں۔ ان کے نفاذ کے لئے ان کے اپنے قوانین ہوتے ہیں یا کسی دوسرے ذریعے سے بھی ان کا نفاذ عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ جیسے انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس۔ معاہدوں سے متعلق تنازعات کا فیصلہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ معاہدوں میں ہی اس حوالے سے دفعات موجود ہوتی ہیں۔ [27]

کسٹم یا بین الاقوامی رسمی قانون

کسٹمری انٹرنیشنل لاء ریاستوں کے کسی چیز پر عمل پیراء ہونے کی صورت میں وجود میں آتا ہے۔ یہ تحریری معاہدے کی دفعات سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ جب ریاستیں کسی امر پر عمل کرتی ہیں تو یہ دراصل اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ اس کے خلاف عمل کرنا غیر قانونی ہوگا۔ اگرچہ قانون کی یہ صورت مکتوب نہ ہو تب بھی ریاستوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس پر عمل پیرا ہوں [28]۔ مثال کے طور پر، قدیم زمانے سے ریاستیں سفارت کاروں کو تحفظ دے رہی ہیں۔ جیسے قدیم یونان اور روم میں سفیروں کو سفارتی مشنوں پر نقصان نہیں پہنچایا جاتا تھا، یہاں تک کہ اگر وہ حالت جنگ میں ایک ملک کی نمائندگی کرتے تھے تو ان کو نقصان نہ پہنچایا جاتا۔ لہذا، آج، اگر ایک ملک کسی سفیر کو نقصان پہنچائے تو یہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی شمار ہوگی۔

اسی طرح، معاصر دور میں، ریاستوں نے اپنے عمل یا بیانات کے ذریعے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ جنگ کے دوران جان بوجھ کر شہریوں کو قتل کرنا بین الاقوامی قانون میں غیر قانونی عمل ہے، تاہم کسٹمری انٹرنیشنل لاء کا تعین کرنا ایک مشکل امر ہے۔، ریاستی معاہدے کے برعکس، یہ مکتوب نہیں ہوتے ہیں۔ کچھ قوانین پر وسیع پیمانے پر عمل کیا جاتا ہے اور بہت سی ریاستیں ان کو قانون کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہیں اور وہ کسٹمری انٹرنیشنل لاء کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن دوسرے قوانین کو عالمی سطح پر اس طرح تسلیم نہیں کیا جاتا اور ان کے بارے میں اختلافات بھی موجود ہیں کہ آیا وہ واقعی کسٹمری انٹرنیشنل لاء کی حیثیت رکھتے ہیں یا نہیں[29]۔

- **قانون کے عمومی اصول:**

بین الاقوامی قانون کا تیسرا مصدر "نیچرل لاء" کے اصول پر مبنی ہے جس کے مطابق کچھ قوانین ایسے پختہ یقین کی عکاسی کرتے ہیں جن کے مطابق کچھ عمل درست ہیں اور دیگر غلط۔ "ترقی یافتہ قوموں کی طرف سے تسلیم کردہ قانون کے عام اصول" بعض قانونی تصورات اور مشقیں ہیں جو تمام ترقی یافتہ قانونی نظاموں میں عام ہیں۔ (اقوام متحدہ, 1945). مثال کے طور پر بہت سے قانونی نظاموں میں "نیک نیتی" کو اہمیت حاصل ہے۔ اس نظریے کے مطابق ہر شخص اپنے معائدے کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہت سے ملکوں میں عدالتیں اس امر کو ملحوظ رکھتی ہیں کہ فریقین نے نیت نیتی سے متعلقہ کام کیا یا نہیں اور فیصلہ دیتے وقت بھی اس اصول کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ قومی سطح پر بھی تقریباً تمام ممالک اس اصول کو قانوناً پیش نظر رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول کو بین الاقوامی قانون کا ایک معیار تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی مسئلہ کے حل کی بابت ریاستی معائدہ یا کسٹمری انٹرنیشنل لاء نہ ہو تو قانون کے عمومی اصول اس حوالے سے بین الاقوامی قانون کے مفید مصدر سمجھے جائیں گے[30]۔

عدالتی فیصلے اور لیگل سکالرشپ:

بین الاقوامی قانون کے یہ آخری دو ذرائع قانون کے اصولوں کی تعین کے لیے ذیلی ذرائع تصور کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں ذرائع بذات خود بین الاقوامی قانون تو نہیں ہیں لیکن جب یہ قانون کے عمومی اصولوں اور انٹرنیشنل کسٹمز کے ساتھ ملتے ہیں تو، بین الاقوامی قانون کے کسی خاص اصول کے وجود کو ثابت کرنے میں مدد کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر بااثر عدالتی فیصلے، انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس (آئی سی جے) اور قومی عدالتوں دونوں کے ہیں۔ آئی سی جے اقوام متحدہ کی بنیادی قانونی

باڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور قانون کی ایک مستند مفسر سمجھی جاتی ہے۔ جب بہت سے ممالک کی قومی عدالتیں قانونی جواز کے طور پر ایک خاص اصول کو قبول کرنا شروع کرتی ہیں، تو یہ بین الاقوامی قانون کا حصہ سمجھا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف، قانونی اسکالرشپ بذات خود مستند نہیں ہے، لیکن قانون کے اصولوں کو بیان کرسکتے ہیں جن پر وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں عمل کیا جاتا ہے. لہذا، قانون کے پروفیسروں کے مضامین اور کتابیں سے رجوع کی جاسکتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ بین الاقوامی قانون کیا ہے۔[31]

خلاصہ بحث:

مغربی قانون کی بنیاد رسم ورواج اور عرف وعادات ہیں۔ ان چیزوں نے بوقت ضرورت قانون کا درجہ حاصل کر لیا ۔البتہ 18 ویں صدی میں اس قانون کو انصاف، مساوات اور انسانیت کی بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ بھی رومن لاء کی طرح مدون نہیں تھا بلکہ یہ درحقیقت ایسا قانون ہے جو عدالتی نظائر یعنی precedents پر پروان چڑھتا ہے۔ چند صدیوں پہلے تک انگلستان میں قانون کی پریکٹس کے لیے کسی ادارے سے باقاعدہ قانون کی ڈگری نہیں لینی پڑتی تھی بلکہ جو لوگ پہلے سے قانون کی پریکٹس کر رہے ہوتے تھے ان کے ساتھ شامل ہو کر اس پیشے کو اختیار کیا جاتا تھا۔ باقاعدہ قانون کی تعلیم انگلینڈ میں بہت بعد میں شروع ہوئی۔ 1758ء میں آکسفورڈ میں قانون کا پہلا کورس شروع کیا گیا[32]۔

شریعہ میں نظام قانون کا بنیادی مصدر حکم الہی ہے جس کی توضیح وتشریح سنت نبوی سے ہوتی ہے۔ اور نظام قضاء کے لیے بنیادی اصول قرآن وسنت سے مستنبط کیے جاتے ہیں جن کا عملی مظاہرہ نبی کریم کے دور کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کے دور میں بھی ہوا اور بعد کے ادوار میں مسلمان قضاۃ نے بھی انہی اصولوں کے مطابق نہ صرف فیصلے کیے بلکہ اس کے حوالے سے اصول بھی منضبط کیے۔

حوالہ جات

(1) الکاسانی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ، 2003۔ ج9ص478۔

(2) الطرابلسی، علی بن خلیل، معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الاحکام، مصر: المطبعۃ المیریۃ، 1300۔ ص7۔

(3) الماوردی، ابوالحسن، علی بن محمد بن حبیب، ادب القاضی، احیاء التراث الاسلامی، ت-ن، ج1ص117۔

(4) المائدہ:44

(5) النساء:105

(6) الزلزال:7-8

(7) الکاسانی، بدائع الصنائع، ص4080-

(8) الترمذي، سنن الترمذی- باب مَاجَاءَ عَنْ رَسُولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْقَاضِي، رقم الحدیث:1323- قال الشیخ الألباني: ضعیف

(9) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث:۷۱۴۶

(10) الحصکفی، الدر المختار-ج4 ص425-' الطرابلسی، معین الحکام-ص10-

(11) لطرابلسی، معین الحکام-ص1' الماوردی، ادب القاضی-ج1ص147۔146-

(12) ایضا

(13) البخاري، الجامع الصحیح-کتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحکمۃ، رقم الحدیث:73' المسلم، الصحیح المسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل من یقوم بالقرآن، ویعلمہ، وفضل من تعلم حکمۃ من فقہ، أو غیرہ فعمل بھا وعلمھا، رقم الحدیث: 816

(14) أبو داود، سنن أبي داود، باب فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ، رقم الحدیث:۳۵۷۳، قال الشیخ الألباني: صحیح

[15] البخاري، الجامع الصحيح، كتاب بدء الوحي، رقم الحديث:7352

[16] المائدہ:47

[17] الاعراف:54

[18] الاعراف:57

[19] آل عمران :154

[20] المائدہ :145

[21] جان سالمنڈ انگلینڈ کے نارتھمبر لینڈ میں پیدا ہوئے، سالمنڈ نے 1875 میں اپنے خاندان کے ساتھ ڈونیڈن ہجرت کی۔ 1882 میں اوٹاگو یونیورسٹی سے ایم اے حاصل کرنے کے بعد، انہوں نے لندن یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کی، ٹیموکا میں ایک کامیاب ملکی قانونی پریکٹس کرنے کے بعد، سالمنڈ نے 1887 میں جنوبی آسٹریلیا کی ایڈیلیڈ یونیورسٹی میں قانون کے پروفیسر کی حیثیت اختیار کی۔ جان سالمنڈ ایک وکیل، یونیورسٹی کے لیکچرر، اور سپریم کورٹ کے جج تھے۔ نیوزی لینڈ میں قانون کی بہت سی شاخوں میں ان کی شراکت اور قانونی نظریہ کے طور پر ان کی بین الاقوامی شہرت نے انہیں نیوزی لینڈ کا سب سے نامور قانون دان بنا دیا۔ ۱۹۲۴ میں ان کا انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو:

'John Salmond', URL: https://nzhistory.govt.nz/people/john-salmond, (Ministry for Culture and Heritage)

[22] Salmond, Sir John William, Jurisprudence: Or, The Theory of the Law, Stevens and Haynes, 1907, p 128

[23] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ - لاہور:1975ء، ص58-

[24] الطلاق:2

[25] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث:۵۹۷۶

[26] ابن فرحون المالکی، قاضی، تبصرۃ الحکام فی اصول الاقضیۃ ومناھج الاحکام، ت-ن، ج1 ص12-

(27) The Vienna Convention on the Law of Treaties (United Nations, 1969)

(28) **Dinstein**, Yoram, "The Interaction between **Customary International Law** and Treaties,2007

(29) Sources of International Law…available at: What Are the Sources of International Law? | Globalization101

(30) ibid

(31) What Are the Sources of International Law? | Globalization101

(32) Major Legal Systems in the world Today, Rene David & John E.C Brierly, 1987, 313

Bibliography:

1-Alaud-din- Kasani, Badaius-sanaee, Dar-ul-Kutub-Al-ilmia

2- Ali bin Khalil Tarablasi, Mueen-ul-hukaam,Al-matbatul-meeraia, Egypt

3- Abu-Hassan Al- Mawardi,Adab-ul Qazi, ihya-ut-turasil-Islami

4- Muhammad bin Isa Tirmizi,sunnan-al Tirmazi, Beirut

5- Muhammad bin Ismail al -Bukhari, al-Jame-al-Sahih, Dar-us-Shab, Cairo

6- Abu- Daud, Sunnan-Abi-Daud, Dar-ul-Kitab-Al Arabi, Beirut

7- Al-Haskafi, Al-durr-al-Mukhtar, Dar-ul-Fikar, Beirut

8- Shah Wali-Ullah, Hujatullah-hil-Baligh,Lahore

9- Ibn-Firhon-Al Maliki,Tabsiratul-Hukaam, Beirut

10-The Vienna Convention on the Law of Treaties (United Nations, 1969)

11-Dinstein, Yoram, “The Interaction between Customary International Law and Treaties,2007

12- Sources of International Law…available at: What Are the Sources of International Law? | Globalization101

13- What Are the Sources of International Law? | Globalization101

14- Major Legal Systems in the world Today, Rene David & John E.C Brierly, 1987

15- Salmond, Sir John William, Jurisprudence: Or, The Theory of the Law, Stevens and Haynes, 1907